www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر مفتی عبدالواحد ☆

’سبعہ اَحرف‘ سے مراد اور قراءاتِ عشرہ کی حجیت

حدیث ’سبعہ اَحرف‘ کے مفہوم کے متعلق بحث معرکۃ الاراء مسائل میں سے ہے، حتیٰ کہ ان آراء اور تشریحات سے گھبرا کر بعض حضرات نے اس حدیث کے ’متشابہات‘ میں سے ہونے تک کا دعویٰ کردیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہماری رائے کے مطابق تعددِ قراءات یا متنوع اَسالیبِ تلاوت (سبعہ احرف) کے نزول کا تو سلف و خلف میں کوئی اہل علم بھی انکاری نہیں، بحث صرف سبعہ اَسالیبِ تلاوت (سبعہ احرف) کی تعیین کے بارے میں ہے، جو کہ ایک علمی بحث ہے اور متنوع قراءات کے ثبوت سے اس کا تعلق بھی اضافی ہے۔

اس حدیث کی تشریح وتعبیر میں اہل علم کے متعدد اَقوال موجود ہیں، جن میں ہر صاحب قول کی کوشش یہ ہے کہ ایسی رائے اختیار کی جائے جس پر کم سے کم اعتراضات وارد ہوں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مفتی عبدالواحد حفظہ اللہ اور مولانا مفتی محمد تقی عثمانی حفظہ اللہ کی آراء کو ادارہ اس شمارہ میں شائع کررہا ہے، جبکہ دو معروف علمی شخصیات کے مضامین آئندہ شمارہ میں شامل اشاعت ہوں گے۔ اسی ضمن میں تمام مضامین کے آخر میں کلّیۃ القرآن الکریم کے اَربابِ دانش کی رائے پر مبنی ایک مستقل مضمون بھی پیش کیا جائے گا، جس میں مذکورہ چاروں مضامین میں پیش کردہ اَفکار کا خلاصہ وموازنہ پیش کرتے ہوئے راجح موقف کی تعیین کی کوشش کی جائے گی۔ [ادارہ]

حروفِ سبعہ سے متعلق حدیثوں کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو وہ دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ ہیں جن میں قرآن پاک کے حروف سبعہ پر نازل کئے جانے کی تصریح ہے۔ دوسری وہ ہیں جن میں اس بات کا ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اُمت کی خاطر سات کے عدد تک رعایت کی درخواست فرمائی جو منظور ہوئی اور سات تک مرادفات میں پڑھنے کی اِجازت ہوئی، لیکن یہ مرادفات نازل نہیں ہوئے۔ نزول صرف اصل حرف ولفظ پر ہوا جو قریش کی لغت میں تھا۔

◉ **پہلی قسم**

❶ أن عثمان قال يوما وهو على المنبر أذكر الله رجلا سمع النبیﷺ قال إن القرآن أنزل على سبعة أحرف كلها شاف كاف لما قام فقاموا حتى لم يحصوا فشهدوا أن رسول اللهﷺقال أنزل القرآن على سبعة أحرف كلها شاف كاف فقال عثمان رضی الله عنه وأنا أشهد معهم [سنن النسائی:۹۴۱]

’’ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب کہ وہ منبر پر تھے، کہا میں اس شخص کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا اور وہ تمام حروف کافی وشافی ہیں کہ وہ کھڑا ہوجائے۔ تو بے شمار لوگ کھڑے ہوگئے اور ان سب نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ قرآن سات حروف پر

☆ صدر دار الافتاء جامعہ مدنیہ، لاہور، فاضل قراءات سبعہ وعشرہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نازل کیا گیا ہے اور وہ سب حروف کافی وشافی ہیں تو عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔''

❷ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ دونوں نے روایت کیا ہے، جبکہ الفاظ بخاری شریف کے ہیں:

" أن عمر بن الخطاب رضى الله عنه يقول سمعت هشام ين حكيم يقراء سورة الفرقان فى حياة رسول الله ﷺ فاستمعت لقراء ته فإذا هو يقراء هو على حروف كثيرة لم يقرء نيها رسول الله ﷺ فكدت أساوره فى الصلاة فانتظرته حتى سلم ثم لببته بردائه أو بردائى فقلت من أقرأك هذه السورة فقال اقرء نيها رسول الله ﷺ فقلت له كذبت فو الله أن رسول الله ﷺ أقرانى هذه السورة التى سمعتك تقرء ها فانطلقت أقوده إلى رسول الله ﷺ فقلت يارسول الله إنى سمعت هذا يقراء بسورة الفرقان على حروف لم تقرء نيها وأنت أقرأتنى سورة الفرقان فقال رسول الله ﷺ أرسله يا عمر اقرا يا هشام فقراء هذه القراء ة التى سمعته يقرؤها قال رسول الله ﷺ هكذا أنزلت ثم قال رسول الله ﷺ إن هذاالقرآن أنزل على سبعة أحرف فقرأوا ما تيسر منه [صحيح البخارى:٢٤١٩، ٥٠٤١]

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ہشام بن حکیم (رضی اللہ عنہ) کو سورت فرقان پڑھتے سنا۔ میں نے جب ان کی قراءت کی طرف کان لگائے تو وہ ایسے بہت سے حروف پر پڑھ رہے تھے جو رسول اللہ رضی اللہ عنہ ﷺ نے مجھے نہیں پڑھائے تھے۔قریب تھا کہ میں نماز ہی میں ان پر جھپٹ پڑوں،لیکن میں نے انتظار کیا یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیرلیا۔پھر میں نے ان کو ان کی (یا فرمایا اپنی) چادر سے کھینچا اور پوچھا کہ تمہیں یہ سورت کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ سورت مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی۔ میں نے ان سے کہا کہ تم غلط کہتے ہو اللہ کی قسم یہ سورت جو میں نے تمہیں پڑھتے ہوئے سنا ہے مجھے رسول اللہ ﷺ نے پڑھائی ہے۔پھر میں ان کو کھینچتا ہوا رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گیا اور کہا کہ یارسول اللہ میں نے ان کو سورۃ الفرقان ان حروف پر پڑھتے ہوئے سنا جو آپ نے مجھے نہیں پڑھائے حالانکہ آپ ہی نے سورۃ الفرقان مجھے پڑھائی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:اے عمر!ان کو چھوڑ دو۔پھر فرمایا اے ہشام تم پڑھو تو انہوں نے وہی قراءت پڑھی جو میں نے ان کو پڑھتے ہوئے سنا تھا۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا(یہ سورت)اسی طرح نازل کی گئی۔پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جو چاہو پڑھو۔''

❸ امام احمد رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

"عن أبى قيس مولى عمرو بن العاص عن عمرو أن رجلا قرأ آية من القرآن فقال إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فأي ذلك قراء تم أصبتم فلا تماروا" [مسند أحمد:٢٠٤/٤]

''حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے قرآن کی ایک آیت پڑھی۔اس شخص سے عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آیت تو اس اس طرح ہے۔پھر اس کا ذکر نبی ﷺ سے کیا تو آپ نے فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے جو حرف بھی تم پڑھو وہ درست ہے۔لہٰذا آپس میں جھگڑا مت کرو۔''

❹ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ نقل کرتے ہیں:

"عن أبى هريرة أنه قال قال رسول الله ﷺ:«إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرء وا ولاحرج ولكن لا تختموا ذكر رحمة بعذاب ولا ذكر عذاب برحمة» [تفسير الطبرى:٤٢/١]

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پس (جس حرف پر چاہو) بلا کسی حرج کے پڑھو، البتہ رحمت کے ذکر کو عذاب کے ساتھ اور عذاب کے ذکر کو رحمت کے ساتھ ختم نہ کرو۔''

ان حدیثوں میں 'سبعہ احرف' سے اختلاف قراءات کی سات مندرجہ ذیل نوعیتیں مراد ہیں۔

① اسماء کا اختلاف جس میں افراد، تثنیہ وجمع اور تذکیر وتانیث دونوں کا اختلاف داخل ہے جیسے 'تمت كلمة ربك اور 'تمت كلمات ربك'۔

② افعال کا اختلاف کہ کسی قراءت میں صیغہ ماضی ہو کسی قراءت میں مضارع اور کسی میں امر مثلاً 'ربنا باعد بين أسفارنا' اور 'ربنا بعد بين أسفارنا'۔

③ وجوہ اعراب کا اختلاف یعنی حرکتیں مختلف ہوں مثلاً 'لايضار كاتب' اور 'ذوالعرش المجيدُ' اور 'ذوالعرش المجيدِ'۔

④ الفاظ کی کمی وبیشی کا اختلاف کہ ایک قراءت میں کوئی لفظ کم اور دوسری قراءت میں زیادہ ہو مثلاً 'وما خلق الذكر والانثى' اور 'ماخلق' کے بغیر صرف 'والذكر والانثى'۔

⑤ تقدیم وتاخیر کا اختلاف کہ ایک قراءت میں ہے 'وجاء ت سكرة الموت بالحق' اور دوسری قراءت میں حق کا لفظ مقدم ہے 'وجاء ت سكرة الحق بالموت'۔

⑥ بدلیت کا اختلاف کہ ایک قراءت میں ایک لفظ ہے اور دوسری قراءت میں اس کی جگہ دوسرا لفظ ہے مثلاً 'ننشرها' اور 'ننشزها' اور 'طلح' اور 'طلع'۔

⑦ لہجے کا اختلاف جس میں تفخیم، ترقیق، امالہ، قصر، اخفاء، اظہار اور ادغام وغیرہ کے اختلاف شامل ہیں مثلاً 'موسی' امالہ کے ساتھ اور امالہ کے بغیر۔

دوسری قسم

وہ حدیثیں جن میں آسانی وتسہیل کی خاطر سات کے عدد کا ذکر ہے:

❶ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ نقل فرماتے ہیں:

عن ابن عباس رضی الله عنهما أنه قال قال رسول اللهﷺ:«اقراء نی جبرئيل على حرف فراجعته فلم أزل استزيده ويزيدنى حتى انتهى إلى سبعة أحرف» [صحيح البخاري:۴۹۹۱]

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے جبرئیل نے ایک حرف پر قرآن پڑھایا تو میں نے ان سے مراجعت کی اور میں مزید طلب کرتا رہا اور وہ (قرآن کے حرفوں میں) اضافہ کرتے رہے یہاں تک کہ وہ سات حرفوں تک پہنچ گئے۔''

❷ امام احمد رحمہ اللہ اپنی مسند میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

"إن جبرئيل قال يا محمد اقرأ القرآن على حرف قال ميكائيل استزده فاستزاده قال اقرأه على حرفين قال ميكائيل استزده فاستزاده حتى بلغ سبعة أحرف قال كل شاف كاف ما لم تخلط آية عذاب برحمة أو رحمة بعذاب نحو قولك تعال وأقبل وهلم واذهب واسرع وعجل" [مسند احمد:۱۹۶۰۹]

''کہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اے محمد قرآن کو ایک حرف پر پڑھیے۔ میکائیل علیہ السلام نے نبی کریم ﷺ سے کہا کہ اس

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اضافہ کروائیے۔ یہاں تک کہ معاملہ سات حروف تک پہنچ گیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے کہا ان میں سے ہر ایک شافی کافی ہے تاوقتیکہ آپ عذاب کی آیت رحمت سے یا رحمت کو عذاب سے مخلوط نہ کردیں۔ یہ ایسا ہی ہوگا جیسے تعال کے معنی کو اقبل، ھلم، اذھب، اسرع اور عجل کے الفاظ سے ادا کریں۔''

۳ صحیح مسلم میں ہے:

"عن أبی بن کعب قال کنت فی المسجد فدخل رجل یصلی فقرأ قراء ۃ انکرتھا علیه ثم دخل آخر ثم فقراء قراء ۃ سوی قراء ۃ صاحبه فلما قضینا الصلاۃ دخلنا جمیعا علی رسول الله ﷺ فقلت إن ھذا قرأ قراء ۃ انکرتھا علیه ودخل آخر فقراء سوی قراء ۃ صاحبه فأمرھما رسول الله ﷺ فقراء فحسن النبی ﷺ شأنھما فسقط فی نفسی من التکذیب ولا اذ کنت فی الجاھلیة فلما رای رسول الله ﷺ ما قد غشینی ضرب فی صدری ففضت عرقا وکأنما أنظر إلی الله فرقا فقال لی یا أبی أرسل إلی أن أقرأ القرآن علی حرف فرددت إلیه أن ھوّن علی أمتی فردّ إلی الثانیة اقرأ ہ علی حرفین فرددت إلیه أن ھوّن علی أمتی فرد إلی الثالثة اقرأہ علی سبعة أحرف ولك بکل ردۃ رددتھا مسألة تسالنیھا فقلت اللھم اغفر لأمتی وأخرت الثالثة لیوم یرغب إلی الخلق کلھم حتی إبراھیم ﷺ" [صحیح مسلم:۸۲۰]

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوکر نماز پڑھنے لگا۔ اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت سے مختلف ایک اور قراءت پڑھی۔ جب ہم نے نماز ختم کرلی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی۔ پھر ایک دوسرا شخص آیا۔ اس نے پہلے کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی۔ اس پر آپ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ ان دونوں نے قراءت کی تو حضور ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی۔ اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آئے تھے۔ پس جب رسول اللہ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر (اپنا ہاتھ) مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہوگیا اور خوف کی حالت میں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا اے ابی پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں دو حرفوں پر پڑھوں۔ میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری امت پر آسانی فرمایئے تو اللہ تعالیٰ نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اسے سات حرفوں پر پڑھوں۔''

۴ صحیح مسلم میں ہے:

"عن أبی بن کعب أن النبی ﷺ کا ن عند أضاۃ بنی غفار قال فأتاہ جبریل علیه السلام فقال إن الله یأمرك أن تقرأ أمتك القرآن علی حرف فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وأن أمتی لا تطیق ذلك ثم أتاہ الثانیة فقال إن الله یأمرك أن تقرأ أمتك القرآن علی حرفین فقال أسأ ل الله معافاته ومغفرته وأن أمتی لا تطیق ذلك ثم جاء ہ الثالثة فقال إن الله یأمرك أن تقرأ أمتك القرآن علی ثلاثة أحرف فقال أسأل الله معافاته ومغفرته وأن أمتی لا تطیق ذلك ثم جاء ہ الرابعة فقال إن الله یأمرك أن تقرأ أمتك القرآن علی سبعة أحرف فأیما حرف قرء واعلیه فقد أصابوا" [صحیح مسلم:۸۲۱]

''نبی ﷺ بنوغفار کے تالاب کے پاس تھے آپ کے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امت قرآن کو ایک حرف پر پڑھے ۔اس پر آپ نے فرمایا کہ میں اللہ سے عافیت اور مغفرت مانگتا ہوں ۔میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے ۔پھر جبرئیل علیہ السلام دوبارہ آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو دو حرفوں پر پڑھے ۔آپ نے فرمایا میں اللہ سے عافیت اور مغفرت مانگتا ہوں ۔میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے پھر وہ تیسری بار آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو تین حرفوں پر پڑھے ۔آپ نے پھر فرمایا میں اللہ سے معافی اور مغفرت مانگتا ہوں میری امت میں اس کی طاقت نہیں ہے۔پھر وہ چوتھی بار آپ کے پاس آئے اور کہا کہ اللہ آپ کو حکم دیتے ہیں کہ آپ کی امت قرآن کو سات حرفوں پر پڑھے ۔پس امت کے لوگ جس حرف پر پڑھیں گے ان کی قراءت درست ہوگی ۔''

۵ سنن ترمذی میں بھی ہے :

”عن أبی بن کعب قال لقی رسول اللہ ﷺ جبریل عند أحجار المروۃ قال فقال رسول اللہ ﷺ لجبریل إنی بعثت إلی أمۃ أمیین فیھم الشیخ الفانی والعجوز الکبیرۃ والغلام قال فمرھم فلیقرؤا القرآن علی سبعۃ أحرف“ [مسند أحمد:۱۳۲/۵]

''حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ مروہ کے پتھروں کے پاس رسول اللہ ﷺ کی ملاقات حضرت جبرئیل علیہ السلام سے ہوئی تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا مجھے ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہے جن میں بوڑھے بھی ہیں ،بوڑھیاں بھی ہیں اور بچے بھی ہیں۔حضرت جبرئیل نے کہا کہ آپ ان کو حکم دیجئے کہ وہ قرآن کو سات حرفوں پر پڑھیں۔''

۶ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں یوں ہے:

”فقلت یاجبریل إنی أرسلت إلی أمۃ أمیۃ فیھم الرجل والمرأۃ والغلام والجاریۃ والرجل الذی لم یقرأ کتابا قط قال إن القرآن أنزل علی سبعۃ أحرف“ [سنن ترمذی:۲۹۴۴]

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے جبرئیل سے کہا کہ میں ایک ان پڑھ امت کی طرف بھیجا گیا ہوں جس میں مرد عورتیں بچے بچیاں اور ایسے لب گور بوڑھے جنہوں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی یہ سب ہی ہیں۔تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب میں کہا کہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے۔''

ان دوقسموں کی حدیثوں پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دونوں کے مضمون مختلف ہیں۔پہلی قسم کی حدیثوں میں اختلاف قراءت کا ذکر تو ہے، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں فقط یہ فرمایا کہ قرآن پاک سبعہ احرف پر نازل کیا گیا ہے۔جبکہ دوسری قسم کی احادیث میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی درخواست ومطالبہ پر یہ فرمایا گیا کہ آپ کی امت سات طریقوں سے پڑھے یا آپ اپنی امت کو سات طریقوں سے پڑھائیے۔پھر وہ سات طریقے کیا ہیں؟حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس کی وضاحت ہے کہ وہ سات تک مترادفات ہیں۔ فرمایا: جیسے تعال ، اقبل ھلم اذھب ، اسرع ، عجل ، ان دوسری قسم کی حدیثوں میں ان سات طریقوں کے منزل من اللہ ہونے کی تصریح نہیں ہے سوائے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے جس میں ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ فرمانے پر کہ میری امت تو امی ہے اور اس میں ایسے لوگ ہیں جنہوں نے کبھی کچھ پڑھا ہی نہیں یہ کہا کہ إن القرآن أنزل علی سبعۃ أحرف ، لیکن اس واقعہ سے متعلق جب عبداللہ بن عباس، ابوبکرہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کی روایتوں کو دیکھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ والی روایت بالمعنی ہے

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

اور راوی کی جانب سے سات حروف یا سات طریقوں سے پڑھنے کی اجازت کو أنزل القرآن علی سبعة أحرف کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے یا پھر مجاز پر محمول ہے۔

عام طور پر علماء وقراء حضرات ان سب حدیثوں کا ایک ہی مضمون مانتے ہیں اس لئے ان کو ایک دوسرے پر محمول کرتے ہیں، لیکن اس صورت میں حروف سبعہ کی جو بھی تفسیر کی جائے وہ ایسی نہیں کہ اس پر کوئی اعتراض واشکال باقی نہ رہتا ہو، مثلاً

① جب دونوں طرح کی حدیثوں میں سبعۂ اَحرف سے مراد سات لغات ہوں

ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے سبعۂ احرف سے قبائل عرب کی سات لغات مراد لی ہیں اور وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور تک قرآن ان سات حروف پر پڑھا جاتا تھا، لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب اسلام دور دراز ممالک تک پھیلا تو ان حروف سبعہ کی حقیقت نہ جاننے کی وجہ سے لوگوں میں جھگڑے ہونے لگے۔ مختلف لوگ مختلف حروف پر قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور ایک دوسرے کی تلاوت کو غلط ٹھہرانے لگے۔ اس فتنہ کے انسداد کے لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے پوری امت کیلئے صرف ایک حرف یعنی لغت قریش کے مطابق سات مصاحف مرتب فرما کر مختلف صوبوں میں بھیج دیئے اور باقی تمام مصاحف کو نذر آتش کرادیا تاکہ کوئی اختلاف پیدا نہ ہو سکے۔ لہٰذا اب صرف لغت قریش کا حرف باقی رہ گیا ہے اور باقی چھ حروف محفوظ نہیں رہے اور قراء توں کا جو اختلاف آج تک باقی چلا آتا ہے وہ اسی ایک حرف قریش کی ادائیگی کے مختلف طریقے ہیں۔

اس قول پر ایک اعتراض یہ ہے کہ حافظ ابن جریر طبری رحمہ اللہ ایک طرف تو یہ فرماتے ہیں کہ ساتوں حروف منزل من اللہ تھے اور دوسری طرف یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورے سے چھ حروف کی تلاوت کو ختم فرما دیا تھا حالانکہ یہ باور کرنا مشکل ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کسی دلیل کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ چھ حروف کو یکسر ختم کر دیا ہو۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے چھ حروف تو اختلاف کے ڈر سے ختم فرما دیئے اور قراءتیں جوں کی توں باقی رکھیں۔ افتراق واختلاف کا جو اندیشہ مختلف حروف کو باقی رکھنے میں تھا وہ قراءت میں بھی تو ہے؟

② جب دونوں قسم کی حدیثوں سے مراد سات مرادفات ہوں

امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک صرف قریش کی لغت پر نازل ہوا تھا، لیکن چونکہ اہل عرب مختلف علاقوں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ایک کے لئے اس ایک لغت پر قرآن کریم کی تلاوت بہت دشوار تھی اس لئے ابتدائے اسلام میں اس بات کی اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق مرادف الفاظ کے ساتھ قرآن پاک کی تلاوت کر لیا کریں، چنانچہ جن لوگوں کے لئے قرآن پاک کے اصلی الفاظ سے تلاوت مشکل تھی ان کے لئے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرادفات متعین فرما دیئے تھے جن سے وہ تلاوت کر سکیں۔ یہ مرادفات قریش اور غیر قریش دونوں کی لغات سے منتخب کئے گئے تھے۔ لیکن یہ اجازت صرف اسلام کے ابتدائی دور میں تھی۔ پھر جب رفتہ رفتہ اس قرآنی زبان کا دائرہ اثر بڑھتا گیا اور اہل عرب اس کے عادی ہو گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے قرآن کا آخری دور کیا جسے عرضہ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرادفات سے پڑھنے کی یہ اجازت ختم کردی گئی اور صرف وہی طریقہ باقی رہ گیا جس پر قرآن نازل ہوا تھا۔
اس قول پر یہ الجھن ہے کہ قرآن پاک کی جو مختلف قراءتیں آج تک متواتر چلی آرہی ہیں اس قول کے مطابق ان کی حیثیت واضح نہیں ہوتی۔

③ جب دونوں قسم کی حدیثوں سے مراد قراءات کے سات قسم کے اختلافات ہوں

اس قول پر یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ قرآن پاک کو سات حروف پر اس لئے نازل کیا گیا تاکہ امت کے لئے تلاوت قرآن پاک میں آسانی پیدا کی جائے۔ یہ بات لب ولہجہ سے تعلق رکھنے والے کلمات تفخیم وترقیق، مدوامالہ وغیرہ میں تو سمجھ میں آتی ہے، لیکن الفاظ کی تقدیم وتاخیر اور حذف واثبات میں سمجھ میں نہیں آتی۔ مثلاً سورہ توبہ میں 'أعدلھم جنت تجری تحتھا الانھار' اور 'تجری من تحتھا الانھار' دو قراءتیں ہیں۔ یہاں صرف من کی ادائیگی میں کون سی دشواری ہے اور اگر ہے تو یہ اختلاف اسی جیسی تمام آیات میں ہونا چاہیے صرف ایک مقام میں کیوں ہے؟ پھر حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں جو مرادفات ذکر ہیں ان کی توجیہ بھی نہیں کی جاسکتی۔
غرض اوپر ذکر کی گئیں دو قسم کی حدیثوں کو ایک دوسرے پر محمول کرتے ہوئے سبعہ احرف کی جو بھی تفسیر کی جائے وہ اعتراض اور الجھن سے خالی نہیں۔

④ ان دو قسم کی حدیثوں کو علیحدہ علیحدہ مضمون پر محمول کریں

البتہ اگر حدیثوں کی مذکورہ بالا دو قسموں کو علیحدہ علیحدہ مضمون پر محمول کیا جائے تو پھر ان شاء اللہ کوئی اعتراض وارد نہ ہوگا۔
اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلی قسم کی حدیثیں جن میں یہ مضمون ہے کہ 'أنزل القرآن علی سبعة أحرف' تو ان میں سبعہ احرف سے مراد قراءات میں سات قسم کا اختلاف ہے۔ قرآن پاک انہی اختلافات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل ہوا۔ یہ اب تک باقی ہیں اور ان کا نسخ نہیں ہوا۔
دوسری قسم کی حدیثوں میں مرادفات کا ذکر ہے۔ یہ مرادفات عرضہ اخیرہ میں منسوخ کردیئے گئے تھے۔ ان کے نسخ کے بارے میں امام طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

> ''قرآن کریم کا نزول تو صرف قریش کی لغت پر ہوا تھا، لیکن چونکہ اہل عرب مختلف علاقوں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھتے تھے اور ہر ایک کیلئے اس ایک لغت پر قرآن کریم کی تلاوت بہت دشوار تھی۔ اس لئے ابتدائے اسلام میں یہ اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی علاقائی زبان کے مطابق مرادف الفاظ کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرلیا کریں، چنانچہ جن لوگوں کے لئے قرآن کریم کے اصلی الفاظ سے تلاوت مشکل تھی ان کیلئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرادفات متعین فرمادیئے تھے جن سے وہ تلاوت کرسکیں۔ یہ مرادفات قریش اور غیر قریش دونوں کی لغات سے منتخب کئے گئے تھے اور یہ بالکل ایسے تھے جیسے تعال کی جگہ ہلم یا اقبل یا ادن پڑھ لیا جائے معنی سب کے ایک ہی رہتے ہیں، لیکن یہ اجازت صرف اسلام کے ابتدائی دور میں تھی، جبکہ تمام اہل عرب قرآنی زبان کے پوری طرح عادی نہیں ہوئے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اس قرآنی زبان کا دائرہ اثر بڑھتا گیا۔ اہل عرب اس کے عادی ہوگئے اور ان کے لئے اسی اصل لغت پر قرآن کی تلاوت آسان ہوگئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات سے پہلے رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کریم کا آخری دور کیا جسے عرضہ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ اس موقع پر یہ مرادفات سے پڑھنے کی اجازت ختم کردی گئے اور صرف وہی طریقہ باقی رہ گیا جس پر قرآن نازل ہوا تھا۔'' [مشکل الآثار للطحاوی، بحوالہ علوم القرآن مولانا تقی عثمانی: ص۱۰۴]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ محقق ابن جزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"ولاشك أن القرآن نسخ منه وغير فيه فى العرضة الاخيرة فقد صح النص بذلك عن غير واحد من الصحابة وروينا بإسناد صحيح عن زر بن حبيش قال قال لى ابن عباس أى القراء تين تقرأ قلت الاخيرة قال النبى ﷺ كان يعرض القرآن على جبرئيل عليه السلام فى كل عام مرة قال فعرض عليه القرآن فى العام الذى قبض فيه النبى ﷺ مرتين فشهد عبد الله يعنى ابن مسعود ما نسخ منه وما بدل" [النشر فى القراءات العشر: ۳۲/۱]

''اس میں کوئی شک نہیں کہ عرضۂ اخیرہ کے موقع پر قرآن پاک میں نسخ اور تبدیلی ہوئی۔ اس کی تصریح متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ ہم تک صحیح سند کے ساتھ زر بن حبیش رحمہ اللہ کا یہ قول پہنچا ہے کہ مجھ سے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کونسی قراءت پڑھتے ہو۔ میں نے کہا آخری قراءت۔ زر بن حبیش رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وجہ یہ تھی کہ نبی کریم ﷺ ہر سال ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن سنایا کرتے تھے اور جس سال آپ کی وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے دو مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کو قرآن سنایا اس موقع پر جو کچھ منسوخ ہوا اور جو تبدیلی کی گئی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کے شاہد تھے۔''

ابن جزری رحمہ اللہ نے اپنے اس قول میں اگرچہ مرادفات کے عرضہ اخیرہ میں منسوخ ہونے کی تصریح تو نہیں کی، لیکن ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول مرادفات کے نسخ پر اس طرح سے دلیل ہے کہ انہوں نے عرضہ اخیرہ میں نسخ کے واقع ہونے کی تصریح کی ہے اور مرادفات ہی اس نسخ کا مصداق ہیں، کیونکہ مرادفات کا وجود حدیث سے ثابت ہے اور ان کی بقاء بالاجماع ثابت نہیں اور کسی اور موقع پر ان کا منسوخ ہونا بھی ثابت نہیں ہے۔ لہٰذا قرین قیاس یہی ہے کہ عرضہ اخیرہ میں مرادفات ہی منسوخ ہوئے ہوں گے۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں لغت قریش کے علاوہ باقی لغات موقوف کردی گئیں۔ یہ قول بلا دلیل ہے، کیونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جب مصاحف لکھنے کے لیے ایک جماعت تشکیل دی تو اس جماعت سے فرمایا:

"إذا اختلفتم أنتم وزيد بن ثابت في شيء من القرآن فاكتبوه بلسان قريش فإنما نزل بلسانهم" [صحيح بخارى]

''جب تمہارے اور زید بن ثابت کے درمیان قرآن کے کسی حصہ میں اختلاف ہو تو اسے قریش کی زبان پر لکھنا، کیونکہ قرآن صرف ان کی زبان پر نازل ہوا ہے۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد سے صاف معلوم ہوا کہ قرآن پاک کا نزول صرف لغت قریش پر ہوا، اگر اور لغات پر بھی ہوتا، جیسا کہ بعض وہ حضرات کہتے ہیں جو حروف سبعہ سے سات لغات مراد لیتے ہیں تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ یوں حصر کے ساتھ کبھی نہ فرماتے کہ إنّما نزل بلسانهم یعنی قرآن پاک محض قریش کی لغت پر نازل ہوا ہے۔

بعض حضرات نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے باقی لغات کو منسوخ نہ کرنے کی یہ دلیل دی ہے کہ روایت حفص کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں لغت قریش کے سوا اور لغات بھی موجود ہیں۔ اس دلیل سے خیال ہوسکتا ہے کہ شائد قرآن کا نزول سات لغتوں پر ہوا ہو یا سات نہیں تو بہر حال متعدد لغتوں پر ہوا ہو۔ اس خیال کے صحیح نہ ہونے کی یہ وجوہات ہیں:

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مذکورہ بالا ارشاد اس خیال کے منافی ہے۔

② کسی کلام میں چند ایک الفاظ کسی دوسری لغت کے آجانے سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ کلام دو لغتوں میں وارد ہوا ہے بلکہ وہ ایک ہی لغت پر شمار ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ وہ الفاظ اگرچہ اصالۃً دوسری لغت کے ہوں، لیکن اس لغت میں بھی ان کا استعمال ہونے لگا ہو بالکل غیر معروف نہ ہو۔

قرآن کو سبعہ اَحرف (اقسام اِختلاف) پر نازل کئے جانے کی حکمتیں

① **اُمت کے لئے خصوصاً اہل عرب کے لئے سہولت و آسانی**

② **حکم کا بیان**

قرآن پاک میں ہے ﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ﴾ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قراءت میں ہے: ﴿وله أخ أو أخت من أم﴾ اس قراءت میں اُم کے زائد ہونے سے ظاہر ہوا کہ مذکورہ حکم میں بھائی بہنوں سے ماں شریک بھائی بہن مراد ہیں۔

③ **دو مختلف حکموں کو جمع کرنا:**

مثلاً قرآن پاک میں ہے ﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّىٰ يَطْهُرْنَ﴾ یطہرن ایک قراءت میں طاء کے سکون کے ساتھ ہے اور دوسری قراءت میں طاء کی تشدید کے ساتھ ہے۔ مشدد کا صیغہ عورتوں کے حیض سے طہارت میں مبالغہ کا معنی دیتا ہے جس سے یہ بات حاصل ہوئی کہ حیض سے پاک ہونے کے بعد عورت جب غسل کرلے اس وقت اس سے قربت کی جائے۔

④ **دو مختلف حالتوں میں دو مختلف شرعی حکموں پر دلالت**

قرآن پاک میں ہے: ﴿فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ اس آیت میں ارجلکم کی لام پر ایک قراءت میں نصب ہے اور دوسری قراءت میں جر ہے۔ نصب کی صورت میں پاؤں دھونے کا حکم ہے جس وقت پاؤں ننگے ہوں اور جر کی صورت میں مسح کرنے کا حکم ہے جبکہ پاؤں پر چمڑے کے موزے پہنے ہوئے ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں حکموں کو اسی طرح بتایا ہے۔

⑤ **جو مراد نہ ہو اس کے وہم کا دفعیہ**

آیت ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ﴾ اور دوسری آیت میں ہے فامضوا إلی ذکر الله۔ فاسعوا سے یہ وہم ہوسکتا تھا کہ تیز تیز چلنے کا حکم ہے حالانکہ وہ مراد نہیں ہے۔ اس وہم کا دفعیہ فامضوا کے لفظ سے ہوگیا، کیونکہ اس کے معنی میں سرعت اور تیزی شامل نہیں ہے۔

⑥ **ایسے الفاظ کا بیان جو بعض پر مبہم ہوں**

﴿وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ﴾ اور ایک اور قراءت میں ہے: کالصوف المنفوش دوسری قراءت سے معلوم ہوا کہ عھن سے مراد صوف (اون) ہے۔

⑦ **ایسے عقیدے کی وضاحت جس میں بعض لوگ گمراہ ہوئے**

جنت کے بارے میں آیت ہے ﴿وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا﴾ ایک قراءت میں ملکا کی میم

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا ضمہ اور لام کا سکون ہے جبکہ دوسری قراءت میں میم کا فتحہ اور لام کا کسرہ ہے۔ دوسری قراءت سے جنت میں مؤمنین کے لیے اللہ تعالیٰ کا دیدار ہونا ثابت ہوا جس کا بعض بدعتی فرقے انکار کرتے ہیں۔

صحت قراءت کیلئے ضابطہ

① قراءت عربیت کے موافق ہو اگرچہ یہ موافقت ہو۔

② مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک ۲ کے رسم الخط کے مطابق ہو خواہ یہ مطابقت احتمالاً ہو۔

جس قراءت میں یہ تینوں باتیں پائی جاتی ہوں وہ قراءت صحیح اور ان حروف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا۔

محقق رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''جو قراءۃ اس طرح ثابت ہو یعنی اس ضابطہ پر پوری اترتی ہو اس کا ردو انکار جائز نہیں بلکہ مسلمانوں پر اس کا قبول کرنا واجب ہے۔ خواہ ائمہ سبعہ کی قراءت ہوں یا عشرہ کی ہوں یا ان کے علاوہ کی ہوں اور اگر مذکورہ ارکان ثلاثہ میں سے کوئی رکن مختل ہو جائے تو وہ ضعیف، شاذ یا فاسد و باطل ہے خواہ سبعہ سے ہو یا مافوق سبعہ سے ہو۔ تمام محققین ائمہ سلف وخلف اس تعریف کو صحیح کہتے ہیں۔ [منجد المقرئین]

حافظ ابو شامہ رحمہ اللہ مرشد الوجیز میں کہتے ہیں:

''''ہر اس قراءت کو جو ائمہ سبعہ کی جانب منسوب ہو اور صحیح کہلاتی ہو اسی وقت منزل من اللہ اور صحیح کہہ سکتے ہیں جب وہ اس ضابطہ میں آجائے اور ضابطہ کے ساتھ مطابقت کی صورت میں کوئی مصنف اس کی نقل میں متفرد نہیں ہوسکتا اور نہ وہ کسی امام سے مختص ہوسکتی ہے۔ اصل اعتماد ان اوصاف ثلاثہ پر ہے نہ کہ انتساب پر۔ اور بیشک ہر قراءت میں خواہ سبعہ میں سے ہو یا غیر سبعہ سے صحیح اور شاذ دونوں قسم کی وجوہ پائی جاتی ہیں۔ البتہ قراءت سبعہ میں شہرت اور متفق علیہ صحیح وجوہ کی کثرت کی وجہ سے طمانیت اور میلان خاطر زیادہ ہوتا ہے۔''

صحت قراءت کیلئے بعض متاخرین کا تواتر کو شرط کہنا صحیح نہیں

ابو شامہ رحمہ اللہ مرشد الوجیز میں کہتے ہیں:

''متاخرین مقریوں اور ان کے مقلدین کی زبان پر چڑھا ہوا ہے کہ قراءت سبعہ بتمام وکمال متواتر ہیں یعنی قراء سبعہ سے جو حرف منقول ہے وہ متواتر من اللہ او رواجب التسلیم ہے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں مگر صرف ان حروف کے بارے میں جن کو ائمہ سے نقل کرنے میں تمام طرق اور رواۃ متفق ہیں اور کوئی منکر نہیں۔ جبکہ بعض حروف میں تفرقہ واختلاف شائع اور مشہور ہے۔ پس اس حال میں کم از کم ان حروف کے اندر تو یہ ضابطہ ماننا پڑے گا جن میں تواتر ثابت نہیں ہوا''۔

محقق ابن جزری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''بعض متاخرین نے صحت قراءۃ کیلئے رسم وعربیت کی موافقت کیساتھ تواتر کی شرط لگائی ہے اور صحت سند کو کافی نہیں سمجھا۔ وہ کہتے ہیں کہ تواتر کے بغیر قرآن ثابت نہیں ہوسکتا۔ مگر ان لوگوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ جب کوئی حرف تواتر سے ثابت ہو جائے تو اس کیلئے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی بلکہ اس کا قبول کرنا بلاشرط واجب ہے، کیونکہ وہ قطعاً قرآن ہے۔ لیکن جب ہم ہر حرف کے لئے تواتر کی شرط لگا دیں تو قراء سبعہ کی بہت سی اختلافی وجوہ مرتفع ہو جائیں گی۔ (یعنی ان کے ثبوت کی کوئی بنیاد باقی نہیں رہے گی) پہلے میرا بھی یہی خیال تھا مگر جب مجھے اس کی خرابی معلوم ہوئی تو میں ائمہ سلف کی رائے کی جانب رجوع کر لیا۔'' [منجد المقرئین]

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت محقق رحمہ اللہ نے متاخرین کی جس رائے کا ذکر کیا ہے وہ چھٹی صدی کے بعد بعض علماء مصر نے قائم کی تھی، جس پر وہ صدیوں قائم رہے، چنانچہ سید الصفاقسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''مذاہب اربعہ کے فقہاء اصولی اور تمام محدثین وقراء کا مذہب ہے کہ صحت قراءۃ کے لئے تواتر شرط ہے۔'' اس کے بعد مذکورہ بالا ضابطہ نقل کرکے وہ ان الفاظ سے اس کی تردید کرتے ہیں: ''یہ بدعت ہے جس سے غیر قرآن، قرآن کے مساوی ہوجاتا ہے۔ اور اختلاف قراءۃ سے تواتر کے ثبوت میں کوئی خرابی نہیں آتی کیونکہ ایک قراءۃ کسی قوم کو متواتراً پہنچی اور دوسری کو نہیں پہنچی۔ اسی وجہ سے کسی قاری نے دوسرے کی قراءت نہیں پڑھی، کیونکہ وہ اس کو تواتر کے طریق سے نہیں پہنچتی تھی۔'' الخ پھر کہتے ہیں: ''جو متواتر نہیں وہ شاذ ہے اور اس وقت عشرہ کے علاوہ ہر قراءت شاذ ہے۔'' [غیث النفع]

سید الصفاقسی رحمہ اللہ نے شدت سے کام لیا ہے ورنہ مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر ایسا کہنا صحیح نہیں۔

اوّل: اُصولی فقہاء ومحدثین کہتے ہیں کہ قرآن متواتر ہے، یہ نہیں کہتے کہ اس کی ہر اختلافی وجہ متواتر ہے۔ باقی رہے قراء توں میں سے مشاہیر ائمہ کا مسلک اوپر بیان ہو چکا ہے اور حضرت محقق رحمہ اللہ کی اس تصریح کے بعد کہ جملہ اسلاف کا یہی مذہب ہے اور ان میں سے کوئی اس کے خلاف نہیں سید رحمہ اللہ کا پہلا دعوی ہے جو قابل قبول نہیں۔

دوم: قراءات سبعہ اور عشرہ کی ہر اختلافی وجہ کے متواتر ہونے کا کسی نے دعوی نہیں کیا بلکہ علامہ دانیؒ وغیرہ کی تصریحات اس کے متواتر ہونے کے خلاف موجود ہیں۔

سوم: کسی وجہ کے غیر متواتر ہونے سے یہ لازم تو نہیں آتا کہ وہ ضرور شاذ ہے جبکہ ان کے درمیان صحیح ومشہور کا مرتبہ موجود ہے خود سیدؒ اور دیگر شیوخ مصر نے اپنی کتابوں میں ایسی وجوہ بیان کی ہیں اور سیدؒ کا یہ کہنا کہ کسی قاری نے دوسرے کی قراءت اس لئے نہیں پڑھی کہ وہ اسے تواتر سے نہیں پہنچی بے معنی بات ہے۔ شاید وہ رواۃ اور طرق کے اختلاف کے بارہ میں بھی یہی کہیں گے حالانکہ وہاں تو شیخ اور امام ایک ہی ہے اور آیا یہ ممکن ہے کہ جو وجہ عاصمؒ اور ابن کثیرؒ کو تواتر سے پہنچی ہو وہ بصریؒ کو جو ان کے شاگرد ہیں، نہیں پہنچی اور جو حرف حمزہ کو پہنچا وہ کسائی کو نہیں پہنچا حالانکہ یہ امام حمزہ کے شاگرد ہیں، ہرگز نہیں۔ حق بات وہی ہے جو ائمہ سلف نے بیان کی اور نتیجہ بحث یہ ہے کہ قرآن میں جو الفاظ پڑھے جاتے ہیں ان کی تین قسمیں ہیں:

① جو سب کے نزدیک بالاتفاق متواتر ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہوسکتا۔

② جو ایک جماعت کے نزدیک متواتر ہو۔ جن حضرات کو تواتر سے پہنچی ان کے طرق کا اس پر اجماع واتفاق ہونا چاہیے۔

ان دونوں قسموں کے الفاظ کیلئے نہ عربیت کی موافقت کی شرط ہے اور نہ رسم کی مطابقت کی، مگر امر واقع میں ناممکن ہے کہ عربیت کی کسی وجہ کے اور رسم کے احتمالاً مطابق نہ ہوں کیونکہ متواتر ہونے کی صورت میں اس کا نبی ﷺ سے منقول ہونا اور اس کا منجانب اللہ ہونا قطعی ہوگا جو عربیت کے مخالف نہیں ہوسکتا۔

③ صحیح ومشہور جس کو حضور نبی ﷺ سے ثقہ وضابط وعادل بسند متصل روایت کریں اور ائمہ فن کے نزدیک مشہور ہو مگر تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو اس کو اسی شرط سے قبول کیا جائے گا کہ وہ اس ضابطہ کے موافق ہو ورنہ ضعیف وشاذ یا باطل ہے۔ کما مرَّ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اشکال

جب نبی ﷺ سے صاحب اختیار تک تواتر شرط نہیں ہے صرف صحت نقل کافی ہے تو قراء ات کو متواتر کیونکر کہا جاسکتا ہے؟

حل

امام عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

"إن هذه الأركان الثلاثة تكاد تكون مساوية للتواتر فى إفادة العلم القاطع بالقراء ات المقبولة بيان هذه المساواة أن ما بين دفتى المصحف متواتر ومجمع عليه من الائمة فى أفضل عهودها وهو عهد الصحابة فإذا صح سند القراء اة ووافقت قواعد اللغة ثم جاء ت موافقة لخط هذا المصحف المتواتر كانت هذه الموافقة قرينة على افادة هذه الرواية للعلم القاطع وإن كانت أحادا ولا تنس ما هو مقرر فى علم الاثرمن أن خبرالآحاد يفيد العلم إذا احتفت يه قرينة توجب ذلك، فكان التواتر كان يطلب تحصيله فى الاسناد قبل أن يقوم المصحف وثيقة متواترة بالقرآن امابعد وجود هذاالمصحف المجمع عليه فيكفى فى الرواية صحتهاوشهرتها حتى وافقت رسم هذاالمصحف ولسان العرب قال الصاحب الكواكب الدرية نقلا عن المحقق ابن الجزرى مانصه قولنا"وصح سندها"نعنى به ان يروى تلك القراء ة العد ل الضابط عن مثله وهكذا حتى ينتهى وتكون مع ذلك مشهورةعند ائمةهذا الشان الضابطين له غير معدودة عندهم من الغلط اومما شذبه بعضهم

[مناهل العرفان فى علوم القرآن:ص۴۲۰،۴۲۱]

''مقبول قراء ات کے بارے میں (ضابطہ کے) یہ تین ارکان علم قطعی کا فائدہ دینے میں تواتر کے مساوی ہیں۔اس مساوات کا بیان یہ ہے کہ مصحف کے اندر (کتابت شدہ صورت میں) جو کچھ ہے اس پر سب سے بہتر زمانہ یعنی صحابہ کے زمانہ کے ائمہ کا تواتر اور اجماع تھا۔ پھر جب کسی وجہ کی روایت کی سند صحیح ہو تو قواعد لغت اور مصحف متواتر کی رسم کے ساتھ موافقت روایت کے علم قطعی کا فائدہ پر قرینہ بن جاتی ہے۔اگرچہ روایت آحاد میں سے ہو۔نیز یہ بھی مت بھولو کہ علم حدیث میں یہ بات طے شدہ ہے کہ قرائن کے ہوتے ہوئے خبر واحد علم قطعی کا فائدہ دیتی ہے۔گویا مصحف کے متواتر وثیقہ بننے سے پیشتر تو سند میں تواتر کو طلب کیا جاسکتا تھا لیکن متفقہ مصحف کے وجود کے بعد روایت کی صحت وشہرت ہی کافی ہے جبکہ وہ رسم خط اور عربی زبان کے موافق ہو۔''

کواکب دریہ میں محقق ابن جزری رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ روایت کی سند کے صحیح ہونے سے ہماری مراد یہ ہے کہ عادل وضابط اپنے جیسوں سے اس قراءت کو روایت کریں اور اسی طرح یہ سلسلہ آخر تک چلے۔ پھر وہ قراءت ماہرین فن کے نزدیک غلط اور شاذ نہ ہو بلکہ مشہور ہو۔

اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ مصحف میں جو کچھ ہے وہ اجماعی اور متواتر ہے۔اب صرف اس کی ادائیگی کا مسئلہ رہ گیا؟ تو اس کی ادائیگی کا کوئی طریقہ اگر سند صحیح سے ہو اگرچہ متواتر نہ ہو،تب بھی وہ متواتر کے حکم میں ہے اور اس کا وہی حکم ہوگا جو متواتر کا ہوتا ہے۔غرض حکم کے اعتبار سے وہ متواتر ہے۔اس لئے ان کو قراءات متواترہ کہا جاتا ہے۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انکارِ قراءات کا حکم معلوم کرنے کے چند ضابطے

التحقیق الذی یؤیدہ الدلیل ھو أن القراء ات العشرکلھا متواترة وھو رأی المحققین من الاصولیین والقراء کابن السبکی وابن الجزری والنویری بل ھو رأی أبی شامة فی نقل آخر صححه الناقلون عنه [مناھل العرفان فی علوم القرآن:ص۴۳۴]

’’تحقیقی بات جس کی تائید دلیل سے ہوتی ہے یہ ہے کہ قراءات عشرہ سب کی سب متواتر ہیں اور یہی محقق اصولیوں اور قراء مثلاً ابن سبکی رحمہ اللہ ، ابن جزری رحمہ اللہ اور نویری رحمہ اللہ کا قول ہے، بلکہ ابوشامہ رحمہ اللہ کا یہ قول بھی منقول ہے اور نقل کرنیوالوں نے اس قول کو صحیح کہا ہے۔‘‘

لیکن قراءات کا جو ضابطہ ذکر ہو چکا ہے اس کی رو سے ان کی سند دو مرحلوں میں ہے۔ ایک مرحلہ وہ ہے جو ہم سے قراء سبعہ وعشرہ تک پہنچتا ہے اور دوسرا مرحلہ وہ ہے جو ان قراء عشرہ سے رسول اللہ تک جاتا ہے۔

پہلا مرحلہ

علامہ سیوطی رحمہ اللہ علامہ ابن جزری رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ قراءات کی دو نوع ہیں:

الاول: المتواتر وھو ماروا‌ہ جمع من جمع لایمکن تواطئھم علی الکذب عن مثلھم مثاله، ماا‌تفقت الطرق فی نقله عن السبعة وھذا ھوالفائق فی القراء ات.

الثانی: المشھور ھو ماصح سندہ بان رواہ العدل الضابط عن مثله وھکذا ووافق العربیة ووافق احدالمصاحف العثمانیه سواء أکان عن الائمة السبعة أم العشرة أم غیرھم من الائمة المقبولین واشتھر عنه القراء فلم یعدوہ من الغلط ولامن الشذوذ إلا أنه لم یبلغ درجة المتواتر مثاله ما اختلفت الطرق فی نقله عن السبعة فرواہ بعض الرواة عنھم دون بعض وھذان النوعان ھما اللذان یقرأ بھما مع وجوب اعتقادھما ولا یجوز انکار شئ منھما. [مناھل العرفان:ص۴۳۴]

پہلی نوع متواتر کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کو ایک اتنی بڑی جماعت نے اتنی ہی بڑی جماعت سے نقل کیا ہو جس کا جھوٹ پر اتفاق ممکن نہ ہو۔ اس کی مثال قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جس میں تمام طرق متفق ہوں اور قراءات میں اکثر حصہ ایسا ہی ہے۔

دوسری نوع مشہور کی ہے اور وہ یہ ہے کہ جس کو عادل وضابط راوی نے اپنے جیسے سے نقل کیا ہو اور یہ سلسلہ ایسے ہی چلا ہو۔ علاوہ ازیں یہ عربیت کے موافق بھی ہو اور مصاحف عثمانیہ میں سے کسی ایک کے مطابق بھی، خواہ وہ قراء سبعہ، عشرہ یا دیگر مقبول ائمہ قراء سے منقول ہو۔ پھر قراء میں اس کی شہرت ہوگئی ہو اور انہوں نے اس کو غلط یا شاذ میں شمار نہ کیا ہو۔ یہ نوع درجہ متواتر کو نہیں پہنچتی اس کی مثال قراءت کا وہ حصہ ہے جس کے نقل میں طرق کا اختلاف ہے۔ یہ دونوں انواع وہ ہیں جن کی قراءت کی جاتی ہے اور جن پر اعتقاد رکھنا واجب ہے۔ ان میں سے کسی شے کا بھی انکار جائز نہیں۔‘‘

علامہ ابن جزری رحمہ اللہ کے اس قول سے یہ معلوم ہوا کہ ائمہ قراءات تک تواتر قراءت صرف اتنے حصے میں ہے جن میں طرق کا اتفاق ہے اور جو مختلف فیہ حصہ ہے اس میں شہرت تو پائی جاتی ہے تواتر نہیں پایا جاتا۔

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دوسرا مرحلہ

قراءات کے بارے میں جو ضابطہ پہلے ذکر ہو چکا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب اختیار ائمہ نے اَخذ قراءت میں تواتر کو شرط قرار نہیں دیا بلکہ عربیت اور رسم مصحف کی موافقت کے ساتھ صرف صحت سند پر اکتفاء کیا۔ علاوہ ازیں بعض متاخرین نے تواتر کو شرط قرار دیا لیکن ان کے قول کو رد کیا گیا اور علامہ ابن جزری رحمہ اللہ نے بھی تواتر کے شرط ہونے کے قول سے رجوع کیا۔

امام ابومحمد مکی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ان جميع ماروى من القراء ا ت على أقسام: قسم يقرأ به اليوم وذلك ما اجتمع فيه ثلاث خلال وهن أن ينقل عن الثقات عن النبیﷺویکون وجهه فی العربية التی نزل بها القرآن سائغا ویکون موافقا لحظ المصحف“

”نقل کردہ تمام قراءات کی چند قسمیں ہیں ۔ایک قسم وہ ہے جس کی آج کل قراءت کی جاتی ہے اور یہ وہ ہے جس میں تین باتیں جمع ہوں ۔وہ تین باتیں یہ ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثقہ لوگوں کے واسطے سے منقول ہو ۔ دوسرے یہ کہ عربیت جس میں قرآن نازل ہوا ہے اس میں اس کی کوئی وجہ بنتی ہو اور خط مصحف کے موافق بھی ہو ۔“

ہم کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ ہوسکتا ہے کہ فی نفسہ تواتر پایا گیا ہو لیکن جب ائمہ نے ضابطہ میں تواتر کا التزام نہیں کیا تو تواتر کا قول اختیار کرنا بہرحال ممکن نہیں بلکہ صحت سند پر ہی اکتفاء کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا دونوں مرحلوں کو جمع کیا جائے تو حاصل یہ ہوگا کہ قراءات کی نقل میں تواتر ضروری مفقود ہے ۔البتہ بعد کے قرون میں تواتر اور تلقّی بالقبول کے پائے جانے کے باعث یہ چونکہ مفید علم ہے، اس لئے یہ تواتر تقدیری یا تواتر نظری ہے۔

ان تمام باتوں کے ساتھ مندرجہ ذیل باتیں بھی پیش نظر رہیں:

1. قرآن اور چیز ہے اور قراءت اور چیز ہیں ۔قرآن تو اس چیز کا نام ہے جو مصاحف کے اندر ثبت ہے اور رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا اور تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا ۔جب کہ قراءات زبان سے اس کی ادائیگی کا نام ہے ۔قرآن ایک ہے اور قراءات متعدد ہیں۔

2. مناهل العرفان میں عبدالعظیم زرقانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

”وتناقش هذا الدليل بانا لا نسلم ان انكار شئ من القراء ات يقتضى التكفيرعلى القول بتواترها وإنما يحكم بالتكفيرعلى من علم تواترها ثم انكره والشئ قد يكون متواترا عند قوم غيرمتواتر عند آخرين ويمكن مناقشة هذا الدليل أيضا بأن طعن الطاعنين إنما هو فيما اختلف فيه وكا ن من قبيل الاداء أما ما اتفق عليه فليس بموضع طعن ونحن لا نقول الا بتواترما اتفق عليه دون مااختلف فيه“

”بعض بڑے علماء نے قراءات پر طعن کیا ہے حالانکہ قراءات اگر متواتر ہوں تو ان کا طعن موجب تکفیر ہوگا اس کا جواب دیتے ہوئے مناہل العرفان کے مصنف لکھتے ہیں) کہ تواتر کے قول کو لیتے ہوئے کسی قراءت کا انکار ضروری نہیں کہ موجب تکفیر ہو کیونکہ تکفیر اس وقت کی جاتی ہے کہ جب کوئی اس کے تواتر کا علم ہوتے ہوئے انکار کرے جبکہ یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شے کے بارے میں کچھ لوگوں کے نزدیک تواتر ثابت ہو اور کچھ لوگوں کے نزدیک تواتر ثابت نہ ہو۔اور یہ

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہوسکتا ہے کہ ان حضرات کا طعن مختلف فیہ حصہ میں ہو جو ادائیگی کے قبیل سے ہو۔ رہا متفق علیہ حصہ تو وہ طعن کا محل نہیں ہے اور ہم تواتر کا قول صرف متفق علیہ میں کرتے ہیں مختلف فیہ میں نہیں کرتے۔''

④ نبی ﷺ سے منقول اختلافات کی کوئی ترتیب بعینہ واجب نہیں تھی لہٰذا اصحاب اختیار ائمہ نے شرائط کی پابندی کرتے ہوئے اپنی اپنی ترتیب سے قراءات اختیار کیں۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

اِنکار قراءات کا حکم

① قرآن یا اس کے کسی جزو کا انکار کفر ہے۔

② کوئی اگر بعض قراءتوں کو تسلیم کرتا ہو مثلاً روایت حفص کو مانتا ہو اور دیگر کا انکار کرتا ہو تو اس میں مندرجہ ذیل شقیں ہیں۔

(الف) کسی محقق کے نزدیک دیگر قراءتوں کا تواتر ثابت نہ ہو اس وجہ سے ان کا انکار کرتا ہو۔ اس پر تکفیر نہ ہوگی۔

(ب) اس کو دیگر قراءتوں کا تواتر سے ثابت ہونا معلوم نہ ہو جیسا کہ عام طور پر عوام کو دیگر قراءتوں کا علم نہیں ہوتا اور صرف ان ہی لوگوں کا ان کو علم ہوتا ہے جو ان کے پڑھنے پڑھانے میں لگے ہوں۔ ایسی لاعلمی کی وجہ سے انکار پر بھی تکفیر نہ کی جائے گی، البتہ ایسے شخص کو حقیقت حال سے باخبر کیا جائے گا۔

(ج) تواتر تسلیم ہونے کے بعد بھی انکار کرے تب بھی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ کیونکہ حقیقتاً یہ تواتر ضروری و بدیہی نہیں بلکہ نظری و حکمی ہے جس کے انکار پر تکفیر نہیں کی جاتی۔ البتہ سخت گمراہی کی بات ہے۔

————*

محکم دلائل و براہین سے مزین متنوع و منفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ